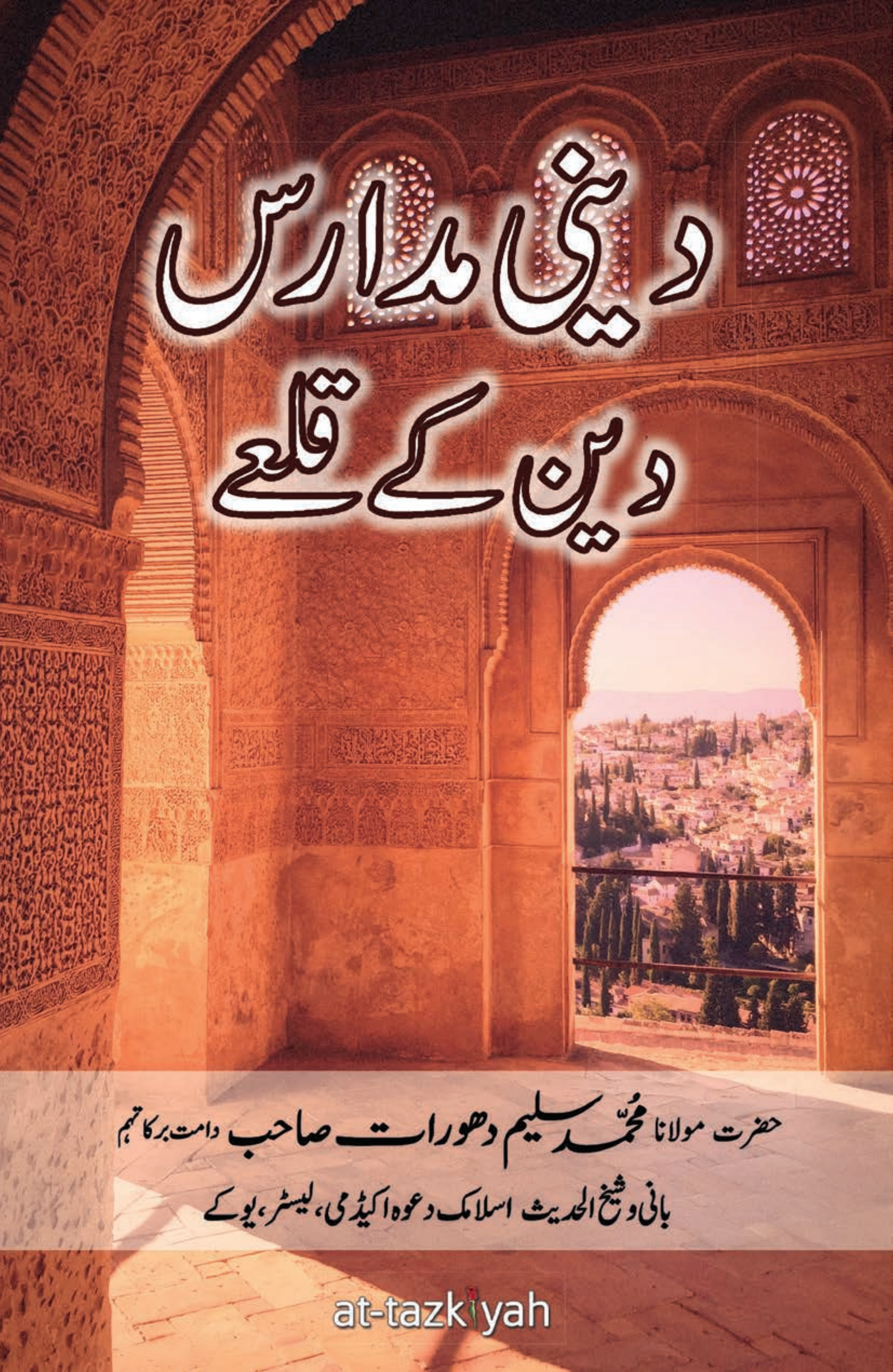

دینی مدارس دین کے قلعے

حضرت مولانا محمّد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

at-tazkiyah

تفصیلات

کتاب کا نام	:	دینی مدارس دین کے قلعے
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ، مطابق اپریل ۱۹۹۹ء
مقامِ وعظ	:	جامعہ حقّانیہ اسلامیہ، کٹھور
تاریخِ اشاعت	:	ذوالحجّہ ۱۴۳۹ھ۔ مطابق اگست ۲۰۱۸ء
ناشر	:	دارالتزکیہ، لیسٹر، یوکے
ای میل	:	publications@at-tazkiyah.com
ویب سائٹ	:	www.at-tazkiyah.com

ملنے کا پتہ

Islāmic Da'wah Academy,
120 Melbourne Road, Leicester
LE2 0DS. UK.
t: +44 (0)116 2625440
e: info@idauk.org

فہرست

دینی مدارس، دین کے قلعے ۵
زندگی کا اصل مقصد ۶
جنّات اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد ۷
اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا طریقہ ۸
علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں ۹
دین کی خدمت کی مختلف جہتیں ۱۰
فتنوں کی سرکوبی کا کردار ۱۲
مسائل علماء کے پاس حل ہوتے ہیں ۱۲
علماء اور طلباء کی خوب قدر کرو ۱۳
سب سے بہتر لوگ ۱۳
علم کیسے اُٹھایا جائے گا ۱۴
دنیا کا وجود علم کے وجود پر موقوف ۱۵
علماء اور طلبہ کا مقام ۱۶
دین کی حفاظت و اشاعت ۱۶
علماء کی قدردانی ۱۷
حضرت ابوالدّرداء رضی اللہ عنہ کا ارشاد ۱۷
علماء کی قدردانی کا ثمرہ اور ناقدری کا خمیازہ ۱۸
ہم علماء سے مستغنی نہیں ہوسکتے ۱۹
حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص ۱۹
مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خوفِ آخرت ۲۰
مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ علم کا احترام ۲۱
مأخذ و مراجع ۲۳

حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیمتی نصیحت

علم وذکراس کام کے دو بازو ہیں، ان میں سے ایک کی کمی اور سستی اصل کام کے لئے سخت مضر اور کمزور کرنے والی ہے، ہر ایک اپنی جگہ نہایت ضروری اور لابدّ ی ہے، علم وذکر کے مراکز خانقاہیں اور مدارس ہیں، ہم اپنے ان دونوں بازوؤں کوقوی کرنے کے اندر ہر وقت ''اہلِ علم'' علماء اور مشائخ کے محتاج ہیں، وہ ہمارے، بالخصوص ان دواہم امور میں مقتدیٰ ہیں، ہمارے ذمّے لازم ہے کہ ہم علم وذکر کی وجہ سے ان کی خوب قدر کریں، ان کی خدمت کریں، ان کی صحبت کواپنے لئے باعثِ اصلاح ونجات سمجھیں۔

معارفِ شیخ الحدیث، ص:۱۰۵

دینی مدارس، دین کے قلعے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ[1]

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

قابلِ احترام اساتذۂ کرام، میرے پیارے طلبہ، دوستو، بزرگو اور نوجوان بھائیو!

اللہ جلَّ جلالہ وعمَّ نوالہ نے ہمیں دنیا میں ایک مقصد کے ساتھ بھیجا ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرلیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوجائے، زندگی کا اصل مقصد یہی ہے۔

ہم مدرسے میں پڑھتے ہیں، پڑھاتے ہیں، مدرسہ چلاتے ہیں، یہ زندگی کا اصل مقصد نہیں ہے، مسجد بنواتے ہیں، مسجد کا انتظام کرتے ہیں، یہ مقصدِ حیات نہیں ہے، تدریس کا کام کرتے ہیں، تبلیغ کا کام کرتے ہیں، تصنیف کا کام کرتے ہیں، یہ جتنے بھی کام ہیں ان میں

[1] سنن أبي داؤد، كتاب العلم، باب الحث على طلب العلم، ح(۳۶۴۱)

سے کوئی بھی مقصدِ زندگی نہیں ہے، اصل مقصد ایک ہی ہے: اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا۔

زندگی کا اصل مقصد

قطب الاقطاب، حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک بات بہت غور سے سنو! اصل مقصد نہ تو یہ بیعت ہے نہ اس راہ کے ذکر واذکار اور نہ یہ مدارس اور خانقاہیں، اور نہ یہ تبلیغ میں وقت لگانا، بلکہ کوئی مفتی مجھ پر فتویٰ نہ لگا دے، نہ یہ نماز اصل ہے، نہ روزہ نہ زکوۃ، نہ حج، یہ سب اصل مقصود نہیں ہے، پتا ہے کہ اصل کیا ہے؟ بس اصل یہ ہے کہ بندہ خدا سے لپٹ جائے، اور اسے راضی کر لے۔[1]

ایک شخص مسجد بنواتا ہے، مدرسہ بنواتا ہے، مسجد کا انتظام کرتا ہے، مدرسہ کا اہتمام کرتا ہے، شب و روز پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول رہتا ہے، دین کی تبلیغ میں اپنے اوقات کو صرف کرتا ہے، رات دن عبادت میں لگا رہتا ہے، لیکن کسی غلطی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہوئے تو یہ سب کچھ بیکار رہے۔

اگر مقصود مدرسہ ہوتا، مسجد ہوتی، پڑھنا پڑھانا ہوتا، تبلیغ ہوتی تو کامیابی ہر حال میں یقینی ہونی چاہئے تھی، چاہے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی یا نہ ہوتی، لیکن نہیں، ایسا نہیں ہے، مقصد رضاءِ الٰہی ہے اور یہ سارے کام اس کے لئے وسائل ہیں، حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقصود رضاءِ الٰہی ہے اور اتّباعِ شریعت اس کے لئے وسیلہ۔[2] ایک شخص کفر میں زندگی گزارتا ہے، نہ مسجد جاتا ہے، نہ نماز پڑھتا ہے، نہ تلاوت کرتا ہے نہ ذکر، نہ

---

[1] حضرت شیخ کے حیرت انگیز واقعات، ص:۱۸

[2] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت: ۷/۲۰۱

درس ہے نہ تدریس، مگر اللہ تعالیٰ کا فضل اس کی طرف متوجّہ ہوتا ہے اور مرنے سے کچھ پہلے توبہ کرلیتا ہے اور ایمان قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے جاتا ہے، تو یہ شخص دنیا میں بھی کامیاب اور آخرت میں بھی کامیاب، معلوم ہوا کہ مقصدِ حیات اور مقصدِ زندگی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوجائیں، نہ جہنّم سے بچنا مقصودِ اصلی ہے نہ جنّت کا حصول، یہ تو ضمنی باتیں ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگئی تو جنّت تو مل ہی جائے گی، جنّت سے زیادہ اہم اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے، اور جہنّم سے زیادہ خطرناک اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے، اگر رضا مندی حاصل ہوگئی تو جنّت خود بخود مل جائے گی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے پناہ مل گئی تو جہنّم سے پناہ بھی یقینی ہے، بھائیو! مقصدِ حیات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوجائیں اور ہم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جائیں۔

جنّات اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد

یہاں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ جب زندگی کا مقصد رضاءِ الٰہی ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت کیوں بیان کیا ہے؟

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذّٰریت: ۵۶)

اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے، اس سوال کے جواب کے لئے ایک اور بنیادی بات سمجھنی پڑے گی کہ عبادت کہتے کسے ہیں؟ جن کاموں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں ان کو کرنا اور جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ان سے بچنا

عبادت کہلاتا ہے، اب یہ بات سمجھ میں آگئی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کا جو طریقہ ہے اس کو عبادت کہتے ہیں، اب بات ایک ہی ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے، اس لئے پیدا کیا ہے کہ ہم اس کے بندے بن کر رہیں، غلام بن کر رہیں، اور ظاہر ہے کہ غلام ہر وقت اپنے آقا کی مرضی کی جستجو میں رہتا ہے، وہ انہی کاموں کو کرتا ہے جن سے آقا راضی رہتا ہے اور ان تمام کاموں سے بچتا ہے جن سے وہ ناراض ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا طریقہ

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی کیسے ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل فرمایا کہ ہمیں اس کا طریقہ بھی بتلایا، اگر اللہ جلَّ جلالُہ یہ کام ہمارے ذمّے لگادیتے کہ میں تمہیں دنیا میں اس لئے بھیج رہا ہوں تا کہ تم مجھے راضی کرو، تو ہم اپنی محدود عقل کی وجہ سے راضی کرنے کے طریقے کی تعیین کبھی نہ کر سکتے، ہم یہ معلوم نہ کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ کس بات سے راضی ہوتا ہے اور کس بات سے ناراض، اللہ جلَّ جلالُہ نے بہت بڑا احسان فرمایا کہ اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا کہ دیکھو مقصدِ زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، وہ اِن کاموں سے راضی ہوتا ہے لہٰذا ان کو کرو، اور اِن کاموں سے ناراض ہوتا ہے لہٰذا ان سے بچو۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام کا یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے حضرت آدم علیہ السلام سے اور ختم ہوتا ہے ہمارے محبوب آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر۔

بحصۂ رسدی لائے تھے شریعت عیسیٰ وموسیٰ
مکمل دین لے کر ہیں محمد مصطفی آئے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد اور آدم کا تعلّق اس سے ظاہر ہے
وہ لے کر ابتدا آئے یہ لے کر انتہا آئے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت پر دین مکمّل ہو گیا اور نبوّت کمال کو پہنچی:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (المآئدۃ:۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کرلیا۔

دین کامل اور مکمّل ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک کے لئے واضح ہدایات چھوڑ کر دنیا سے تشریف لے گئے، نبوّت کا سلسلہ ختم ہو گیا، اب دنیا میں کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، اب سوال یہ ہے کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو کون بتائے گا کہ تمہارا مقصدِ حیات اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے، اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے راضی ہوتا ہے اور ان چیزوں سے ناراض ہوتا ہے؟ یہ کام اب کون کرے گا؟

علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں

اس سلسلے میں ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے، آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتلایا کہ میرے بعد تم اس بات کی فکر نہ کرنا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ کون بتلائے گا:

إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ[1]

میری اُمّت کے علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

جس طرح انبیاءِ کرام علیہم السلام دنیا میں آ کر اللہ تعالیٰ کے بندوں کو یہ بتاتے تھے کہ اِن کاموں کو کرنے سے اور اِن کاموں سے بچنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، اسی طرح میری اُمّت کے علماء قیامت تک تمہیں بتاتے رہیں گے کہ اے اللہ کے بندو! یہ کام کرو اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، اور اس کام سے بچو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

یہ تعلیم اور تعلّم کا سلسلہ بہت مبارک بھی ہے اور بہت ضروری بھی، اگر تعلیم اور تعلّم کا، پڑھنے پڑھانے کا، مدارس کا یہ سلسلہ ختم ہوجائے تو اس دھرتی (زمین) پر یہ معلوم کرنا مشکل ہوجائے گا کہ اللہ تعالیٰ کس چیز سے راضی ہوتا ہے اور کس چیز سے ناراض۔

دین کی خدمت کی مختلف جہتیں

اس وقت دنیا میں دین کی مختلف محنتیں ہو رہی ہیں، مختلف انداز سے دین کے کام ہو رہے ہیں، مساجد کی لائن سے دین کی خدمت ایک مستقل کام ہے، دعوت وتبلیغ کی محنت ایک مستقل جد و جہد ہے، مسلم بچوں کو دینی ماحول میں رکھ کر secular education (عصری تعلیم) دینے کے لئے muslim schools کا وجود بھی ایک خدمت ہے، اسی طرح رفاہی کاموں کے لئے مستقل تنظیمیں کام کر رہی ہیں، غیر مسلموں میں دعوت کے پہلو

---

[1] سنن أبي داؤد، كتاب العلم، باب الحث على طلب العلم، ح(٣٦٤١)

سے بھی کچھ حضرات کام کررہے ہیں، یہ سارے کام دین کے ہیں اورسب ہی قابلِ قدر ہیں، مگر تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لیجئے کہ دنیا کے سارے کام چلتے رہیں اور مدارس بند ہوجائیں، یہ پڑھنے پڑھانے کا اور سیکھنے سکھانے کا کام رُک جائے، بیس پچیس سال، پچاس سال، سو سال کی مدّت گزرنے پر علماء کا وجود ختم ہوجائے گا، سوچو میرے بھائیو! علماء کے بغیر دنیا میں دین کا وجود کیا رہے گا؟ دین اپنی اصلی شکل وصورت میں اسی وقت تک باقی رہ سکتا ہے جب تک اہلِ علم اس دنیا میں باقی رہیں، اگر یہ نہ رہیں تو علم نہیں رہے گا اور اگر علم ختم تو دین ختم اس لئے کہ درحقیقت علم ہی دین ہے، امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ[1]

بیشک یہ علم ہی دین ہے۔

اور پوری شریعت کا علم سوائے علماء کے طبقے کے کسی کے پاس نہیں، عوام تو علماء کے پیچھے چلتے ہیں، انہیں علماء بتلاتے ہیں کہ فلاں چیز فرض ہے، فلاں چیز جائز ہے، فلاں چیز ناجائز ہے، وہ بڑی سادگی سے قبول کرتے چلے جاتے ہیں، اب اگر علماء نہ رہے تو عوام کی رہنمائی کون کرے گا؟ معلوم ہوا کہ علم اور علماء کی بقاء کے لئے پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ بہت ضروری ہے، اس لئے کہ علمِ دین اسی مشغلے کی وجہ سے محفوظ رہا ہے اور مستقبل میں بھی اسی سے ان شاء اللہ تعالیٰ محفوظ رہے گا، طلبہ اپنے ذی علم اساتذہ سے علم لیتے ہیں اور پھر علماء کی جماعت میں شامل ہوکر بعد والوں کو علم پہنچاتے ہیں، اگلوں سے علم لینا اور بعد والوں تک پوری حفاظت اور ذمہ داری کے ساتھ پہنچانا یہ علماءِ حقّہ ہی کا کام ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، باب بیان أن الإسناد من الدین

فتنوں کی سرکوبی کا کردار

ایک اور بات بھی بڑی اہم ہے، اُمّت پر جب بھی حالات آئے، جب بھی کسی فتنے نے سر اُٹھایا تو اُمّت کو اس فتنے سے آگاہ کرنے والے اور بچانے والے علماء ہی تھے، انہوں نے رات اور دن، خون اور پسینے کو ایک کیا، محنتیں کیں، مشقتیں جھیلیں، اپنی جانوں کی قربانی پیش کی اور اُمّت کو متوجّہ کیا کہ دیکھو! یہ چیز تمہارے عقیدے کو خراب کرنے والی ہے، یہ گروہ باطل کا علمبردار ہے، یہ آدمی غلط نظریات کا حامل ہے، اس سے بچ کر رہنا۔ چودہ سو (۱۴۰۰) سال کی تاریخ اُٹھا کر دیکھو! ایک مثال ایسی نہیں پیش کی جاسکتی جس سے یہ ثابت ہو کہ دنیا میں کسی فتنے کی سرکوبی کے لئے ڈاکٹر حضرات یا اِنجینیئر حضرات، یا وکلاء، یا اہلِ مال حرکت میں آئے ہوں اور ان کی قیادت میں وہ فتنہ دبا ہو یا اس کا خاتمہ ہوا ہو، ایک مثال آپ نہیں پیش کر سکتے، جب بھی اُمّت پر کوئی فتنہ مسلّط ہوا تو علماء ہی تھے جو اس فتنے اور اُمّت کے درمیان دیوار بن کر کھڑے ہو گئے، کیوں؟ اس لئے کہ یہ منصب اللہ تعالیٰ نے علماء ہی کو دیا ہے، عوام کو تو پتا بھی نہیں چلتا کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے؟ صحیح اور غلط، حق اور باطل کی تمیز تو وہی حضرات کر سکتے ہیں جن کے پاس علم کا نور ہو، اسی لئے ہمارے اکابر یہ کہتے ہیں کہ یہ مدارس، یہ جامعات اور یہ تعلیم وتعلّم کے مراکز دین کے لئے قلعوں کی حیثیت رکھتے ہیں جہاں عقائد اور شریعت کی مکمّل حفاظت کی جاتی ہے۔

مسائل علماء کے پاس حل ہوتے ہیں

ایک اور بات کی طرف بھی توجّہ فرمائیں، ہم بیانوں میں سنتے ہیں کہ عبادات، اخلاق، معاشرت، معاملات کو درست کرو، میرے بھائیو! معاملات کو درست کرنے کے لئے کہاں

جائیں گے؟ گھر کرایے پر لے رہے ہیں، گھر کرایے پر دے رہے ہیں، گاڑی خرید رہے ہیں، گاڑی بیچ رہے ہیں، نکاح کا معاملہ ہے، طلاق کا معاملہ ہے، لین دین کا معاملہ ہے، اگر علماء کا وجود نہ ہو، مدارس کا وجود نہ ہو، مفتیوں کا وجود نہ ہو تو ہم اور آپ مسائل کس سے پوچھیں گے اور رہنمائی کس سے لیں گے؟

علماء اور طلباء کی خوب قدر کرو

ہمارا حال تو یہ ہے کہ نماز جیسی عبادت جسے ہم روزانہ کئی بار ادا کرتے ہیں، اس میں بھی اگر کوئی چھوٹی سی غلطی ہو جاتی ہے تو علماء کو پوچھے بغیر آگے نہیں چل سکتے، ہم جاتے ہیں مولوی صاحب کو پوچھنے کے لئے کہ آج نماز میں ثنا بھول گیا تھا، میری نماز ہوگئی کہ نہیں؟ سجدۂ سہو کافی ہے یا دہرانی پڑے گی؟ یہ مدارس دین اور علم کے قلعے ہیں اور علماء علم اور دین کے پاسبان، اس لئے بھی علماء اور طلبہ کی خوب قدر کرنی چاہئے اور اس جماعت سے خوب محبت رکھنی چاہئے۔

سب سے بہتر لوگ

یہ طلبہ اور یہ اساتذہ جس کام میں لگے ہوئے ہیں یہ بہت اونچا اور مبارک کام ہے، حدیثِ پاک میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مشغلے کو بہترین مشغلہ بتلایا ہے، ارشاد فرمایا:

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ[1]

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

یہ بات اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے، اور اس کو روایت کرنے والے

[1] صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب خيركم من تعلّم القرآن وعلّمه، ح(۵۰۲۷)

خلیفۂ ثالث، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں، اور اس مبارک ارشاد کونقل کرنے والے امیر المؤمنین فی الحدیث، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، کتنی وزنی بات ہے! اہلِ علم کے حق میں یہ اعلان ہے کہ تم میں سے بہترین طبقہ وہ ہے جوقرآن سیکھے اورسکھائے، بھائی! یہ طبقہ بہترین کیوں ہے؟ یہ طبقہ بہترین اس لئے ہے کہ جب تک یہ طبقہ رہے گا قرآنِ کریم کی تعلیم اور تعلّم کا سلسلہ باقی رہے گا، اور جب تک یہ سلسلہ باقی رہے گا دین کی حفاظت رہے گی، اور جب تک دین کی حفاظت رہے گی اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے بندوں کواس بات کا علم ہوتا رہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیسے حاصل ہوگی، اور جب یہ طبقہ ختم ہوجائے گا توعلم ختم، اور جب علم ختم تو ہمیں اور آپ کو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کیسے حاصل کریں؟ اورجب اس بات کا پتانہیں چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیسے حاصل ہوتو ہم ہلاکت کی طرف چل پڑیں گے۔

علم کیسے اُٹھایا جائے گا

معلوم ہوا کہ علم کا وجود علماء کے وجود پر موقوف ہے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ[1]

اللہ تعالیٰ علم کواس طرح نہیں اُٹھائیں گے کہ لوگوں کے دلوں سے نکال لیں، بلکہ علم کو اُٹھائیں گے علماء کو دنیا سے اُٹھا کر۔

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم، ح(١٠٠)

قیامت سے پہلے علم اُٹھالیا جائے گا، مگر اس طرح نہیں کہ اللہ تعالیٰ کتابوں کو اُٹھالیں گے یا کتابوں سے حروف اور نقوش کو مٹادیں گے اور اوراق کورے رہ جائیں گے، نہیں، بلکہ علماء کو اُٹھاکر اللہ تعالیٰ علم ختم کریں گے، دیکھو! کتنے بڑے بڑے علماء دنیا سے جارہے ہیں، گزشتہ دس سال میں برِ صغیر کی کتنی بڑی بڑی ہستیاں اُٹھ گئیں، کتنے بڑے بڑے علماء اور مشہور اربابِ علم چلے گئے، کیا ان کا کوئی نعم البدل ملا؟ نعم البدل تو دور کی بات ہے، بدل بھی نہیں مل رہا ہے۔

دنیا کا وجود علم کے وجود پر موقوف

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ علم آہستہ آہستہ اُٹھتا چلا جائے گا، اور جب علم ختم ہوجائے گا تو اللہ جلَّ جلالُہ کی پہچان ختم ہوجائے گی، اور جب اللہ تعالیٰ کی پہچان ختم ہوجائے گی تو دنیا میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا، اللہ اللہ کرنے والا کوئی نہیں رہے گا، اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان ہی نہیں رہے گی تو اللہ تعالیٰ کا نام کون لے گا؟ علم ختم تو اللہ تعالیٰ کی معرفت ختم، اور جب معرفت ختم تو اللہ اللہ کہنے والے ختم، اور جب اللہ اللہ کہنے والا دنیا میں کوئی نہیں رہے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرکے دنیا کو ختم کردیں گے۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِيْ الْأَرْضِ: اللّٰه اللّٰه[1]

قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک زمین میں اللہ اللہ کہا جاتا رہے گا۔

معلوم ہوا کہ دنیا کا وجود بھی علم کی برکت سے ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب ذهاب الإیمان آخر الزمان، ح(۲۳۴)

علماء اور طلبہ کا مقام

میرے بھائیو! آج کی اس مختصر نشست کے حوالے سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ قرآن سیکھنا اور سکھانا یہ بہترین مشغلہ ہے، جو علماءِ کرام اور جو اساتذۂ کرام اس میں مشغول ہیں، اور جو طلبہ حصولِ علم کے لئے یہاں آئے ہوئے ہیں ان کے ذہن میں وسوسے کے درجے میں بھی یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ ہم دوسرے نمبر کے یا نچلے درجے (category) کے لوگ ہیں، یا ہماری جماعت کا مرتبہ کسی اور سے کم درجے کا ہے، نہیں میرے عزیزو، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس کام کے لئے منتخب کیا ہے اور جس کام میں لگایا ہے، اس سے بڑھ کر اس روئے زمین پر کوئی کام نہیں ہے، یہ سب سے اہم کام ہے۔

دین کی حفاظت واشاعت

دیکھو! ایک بات ذہن میں بٹھالو، دو چیزیں الگ الگ ہیں؛ ایک دین کی اشاعت اور دوسری دین کی حفاظت، دین کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ دین کو اسی شکل میں محفوظ رکھنا جس شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے، اور دین کی اشاعت کا مطلب یہ ہے کہ دین کو دوسروں تک پہنچانا، اگر دین اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے تو صحیح دین کی اشاعت ہوگی اور دین اصلی صورت میں محفوظ نہیں ہے تو غلط بات کی اشاعت ہوگی، تو حفاظتِ دین اشاعتِ دین پر مقدّم ہے، اسی لئے علماء کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، یہ طبقہ بہترین اسی لئے ہے کہ یہ مدرسے کی چاردیواری میں بیٹھ کر دین کو محفوظ رکھتا ہے، اور دین جب محفوظ ہوتا ہے تو دوسروں تک صحیح شکل میں جاتا ہے، اگر حفاظتِ دین ختم ہوجائے تو اشاعتِ دین کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، تو میرے پیارے طلبہ! آپ حضرات کی بڑی اہمیت ہے، آپ کو احساسِ کمتری میں ہرگز مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔

علماء کی قدردانی

پڑھنے پڑھانے والوں کے علاوہ جو میرے دوسرے بھائی یہاں اس وقت شریک ہیں، ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ دل میں علم کی، علماء کی، علم والوں کی قدر پیدا کریں، اپنے دل میں یہ تصوّر جمائیں کہ مجھے صاحبِ علم کا اس کے خاندان، اس کے حسب ونسب، اس کی شکل وصورت یا کسی اور وجہ سے احترام نہیں کرنا ہے، احترام صرف اس لئے کرنا ہے کہ اس کا سینہ علومِ نبوّت کا خزینہ ہے، یہ کتنا مبارک سینہ ہے؟ جی چاہتا ہے کہ ایسے سینے کو ہم چومیں جو چھ ہزار (۶۰۰۰) سے زیادہ قرآنی آیتوں کا خزینہ بنا ہوا ہے، یہ سینہ بھی مبارک ہے، سینے میں دل بھی مبارک ہے اور دل والا بھی مبارک ہے، بس، علماء سے محبت ہو، حفّاظ سے محبت ہو، علمِ نبوّت کے طلبہ سے محبت ہو، اور دل میں اس طبقے کے متعلّق ذرّہ برابر بد گمانی، بُرا خیال، بغض یا نفرت نہ آنے پائے، اس لئے کہ اگر ایسا ہوا تو اندیشہ ہے کہ کہیں ہم دین سے محروم نہ ہوجائیں۔

حضرت ابوالدّرداء رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت ابوالدّرداء رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، آپ کا ارشاد ہے:

أُطْلُبُوا الْعِلْمَ، فَإِنْ عَجَزْتُمْ فَأَحِبُّوْا أَهْلَهُ، فَإِنْ لَمْ تُحِبُّوْهُمْ فَلَا تُبْغِضُوْهُمْ[1]

طالبِ علم بن جاؤ، اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اہلِ علم سے محبت رکھو، اور اگر ان سے محبت بھی نہیں رکھ سکتے تو کم از کم ان سے بغض اور دشمنی مت رکھو۔

---

[1] صفة الصفوة: ۱/۲۴۰

علماء کی قدردانی کا ثمرہ اور ناقدری کا خمیازہ

جن لوگوں نے علم کی اور علماء کی قدردانی کی، محبت رکھی، اللہ جلَّ جلالُہ نے ان کی نسلوں میں علمِ دین اور تقویٰ کے چشمے جاری کردئے، اور وہ لوگ جنہوں نے علماء سے بغض رکھا اور ان کی ناقدری کی، چاہے وہ بظاہر دین سے تعلّق رکھنے والے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلوں کو دین اور علمِ دین سے محروم کردیا، آپ ذرا اپنے دائیں بائیں نظر کیجئے اور میری اس بات کی روشنی میں دیکھیں کہ کیا یہ حقیقت ہے یا نہیں؟ میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں اس لئے کہ بڑوں کی بات ہے اور تجربہ اس پر شاہد ہے کہ جو علماء کی قدر نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں کو علمِ دین اور دین سے محروم کردیتے ہیں، اور بہت سے وہ جو جاہل سمجھے جاتے ہیں، جنہیں دین کا پورا شعور بھی نہیں، انہوں نے جب علم والوں کی قدر کی اور انہیں احترام کی نظر سے دیکھا کہ یہ اچھے لوگ ہیں اس لئے کہ یہ علم والے ہیں، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، تو دیکھا گیا کہ ایسے لوگوں کے گھروں میں حفّاظ، علماء اور مفتی حضرات پیدا ہوئے جنہوں نے دین کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں، اس لئے میرے بھائیو، علم کی قدر کرو اور اپنے دلوں میں اہلِ علم کا احترام پیدا کرو۔

تمام حضرات یہ ارادہ لے کر یہاں سے اُٹھیں کہ اپنے تمام بچوں کو علمِ دین سے آراستہ کریں گے، اور اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم ایک بچّے کو تو علم کے لئے، دین کے لئے ہم ضرور وقف کریں گے، حافظ بنائیں گے، دین کی خدمت، علم کی اشاعت اور اسلام کی تبلیغ کے لئے فارغ کریں گے، اور اگر یہ موقع ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے تو پوتوں اور نواسوں کے متعلّق یہ ارادہ کریں اور اس کے بعد خوب کوشش بھی کریں۔

ہم علماء سے مستغنی نہیں ہو سکتے

ایک اور اہم بات جو آج کی مجلس میں ہمیں معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ مقصدِ حیات اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا طریقہ علماء سے معلوم ہوگا، ہمیں علماء سے معلوم ہو گا کہ نماز پڑھنا فرض ہے اور جو نماز پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتے ہیں، اس کے بعد دوسرے مرحلے پر علماء ہی سے معلوم ہوگا کہ نماز کیسے پڑھنی ہے؟ نماز میں کون سی چیزیں جائز ہیں اور کون سی ناجائز؟ ہم علماء سے مستغنی نہیں ہو سکتے، علماء کی ہمیں قدم قدم پر ضرورت پڑتی ہے، اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ علماء کی صحبت اختیار کرے، علماء کے پاس آنا جانا رکھے، علماء کی مجالس میں، علماء کے بیانات میں، علماء کے دروس میں حاضری دے، اور حاضری دے کر محتاج بن کر طلب اور توجّہ کے ساتھ ان سے استفادہ کرے، اور سیکھی ہوئی باتوں پر عمل کر کے انہیں آگے دوسروں تک بھی پہنچائیں۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اکابر میں سے ہیں، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہی کے بھتیجے اور شاگرد ہیں، آپ دعوت وتبلیغ کی تحریک کے بانی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایسا اخلاص عطا فرمایا تھا کہ اس کی برکت سے یہ تحریک پورے عالم میں پھیل کر لاکھوں انسانوں کو فیضیاب کر رہی ہے، اخلاص کا کیا عالم ہوگا؟ اللہ اکبر! عقل حیران ہے کہ ایک شخص نے ایک چھوٹے سے قصبے میں کام شروع کیا، شاید خود ان کے تصوّر میں بھی نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو ایسی قبولیتِ عامّہ عطا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ نے ایسی قبولیت عطا فرمائی کہ اس وقت دنیا میں ایسی کوئی عالمگیر دعوتی تحریک نہیں ہے جو دعوت وتبلیغ

کی تحریک کا مقابلہ کر سکے، خود حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بھی کافی کام ہوا، مگر اس کے باوجود آپ اپنے متعلّق کیا سوچتے تھے؟ آپ کے دل میں آخرت کی فکر اور اللہ تعالیٰ کا ڈر کتنا تھا اس کا اندازہ آگے والے قصّے سے لگائیں!

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خوفِ آخرت

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان سے انڈیا تشریف لائے، اس وقت حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے بھی تشریف لے گئے، یہ واقعہ میں نے خود مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے سنا جو اس موقع پر اپنے والد ماجد مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے، جب ملاقات ہوئی تو مفتی صاحب کو دیکھ کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بِلک بِلک کر رونے لگے اور بہت روئے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوچھنے پر فرمایا کہ میرے کام کو ایک مختصر مدّت میں خوب قبولیت ملی اور یہ پھیلتا ہی چلا جا رہا ہے، ایک طرف تو یہ بات اور دوسری طرف میری اپنی نا اہلیت، جب یہ دیکھتا ہوں تو مجھے یہ ڈر محسوس ہوتا ہے کہ کہیں یہ استدراج تو نہیں ہے؟ استدراج کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نافرمان بندے کو ڈھیل دے دے اور ظاہر میں ترقّی دکھاتا رہے تاکہ وہ خوش فہمی میں مبتلا رہے اور یہ سمجھتا رہے کہ میرے کام میں خوب ترقّی ہو رہی ہے اس لئے میں عند اللہ مقبول ہوں، اور پھر اچانک دنیا ہی میں یا پھر آخرت میں پکڑ ہو جائے، یہ تھا اللہ تعالیٰ کا خوف حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کے بڑے مخلص اور برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔

حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ علم کا احترام

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ علماء کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے اور ان سے تعلّق کو بہت اہم قرار دیتے تھے، آپ فرماتے ہیں کہ مبلّغین جہاں بھی جائیں وہاں کے حقّانی علماء اور صلحاء کی خدمت میں حاضری کی کوشش کریں، اور یہ حاضری صرف استفادے کی نیت سے ہو۔[۱] ایک اور ملفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ دلوں میں علماء پر اعتراض نہیں آنا چاہئے، بلکہ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ علماء ہم سے زیادہ اہم کام میں مشغول ہیں، وہ راتوں کو بھی علم کی خدمت میں مشغول رہتے ہیں جب کہ دوسرے لوگ آرام کی نیند سوتے ہیں۔[۲] ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہماری تبلیغ میں مسلمان کی عزّت اور علماء کا احترام بنیادی چیز ہے۔[۳]

بس میرے بھائیو! اب اجازت چاہتا ہوں، خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں دین کی فکر کرنی ہے، اس کے لئے علماءِ کرام سے رابطے میں رہنا ہے، اس لئے کہ اس کے بغیر ہمیں اللہ تعالیٰ کی منشا اور مرضی معلوم نہیں ہوسکتی، اور جب اللہ تعالیٰ کی مرضی معلوم نہیں ہوگی تو ہم دین پر نہیں چل سکیں گے، لہٰذا علم کی طلب کے ساتھ محتاج بن کر علماء سے رابطے میں رہنا ہے اور ان کے پاس آتے جاتے رہنا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اپنے دل پر بھی محنت کرنی ہے، اپنے نفس کا جائزہ لیتے رہنا ہے کہ کہیں وہ عجب، تکبّر، بڑائی میں تو مبتلا نہیں ہے، جیسے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں معلوم ہوا کہ آپ برابر اپنے نفس پر

---

[۱] ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ، ص:۳۲

[۲] ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ، ص:۵۰

[۳] ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ، ص:۵۰

نظر رکھے ہوئے تھے، ہمیں دین کی خدمت بھی کرنی ہے اور فکر بھی، اپنے گھر والوں پر، بستی میں رہنے والوں پر محنت کے ساتھ ساتھ جہاں تک ہو سکے دین کو پھیلانے کی کوشش کرنی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ مدرسہ حقّانیہ کو پھلتا پھولتا رکھیں، اللہ تعالیٰ ہر قسم کی ترقّیات سے مالا مال فرمائیں، اس کو مرکزِ رشد و ہدایت اور چشمۂ علم و عرفان بنائیں، یہاں آنے والے طلبہ کو علماءِ ربّانیّین میں شامل فرمائیں، اساتذہ کے علم وعمل اور اخلاص وتقویٰ میں خوب برکت عطا فرمائیں، یہاں کے پورے عملے کو انتظامیہ سمیت اتّحاد واتّفاق کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں اور اپنی رضا والی زندگی اور رضا والی موت نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

مدارس پر دین کی بقاء موقوف ہے

حضرت مولانا شاہ عطاء اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مدارسِ دینیہ دین کی حفاظت کے قلعے ہیں، ان کی بقاء سے دین کی بقاء ہے۔

بخاری کی باتیں، ص ۱۱

ماٰخذ و مراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مرتّب	ناشر
۱	صحيح البخاری	الإمام البخاري	دار التأصيل، مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل، مصر
۳	سنن أبي داود	الإمام أبو داود السجستاني	مؤسسة الريّان، بيروت
۴	صفة الصفوة	الإمام ابن الجوزي	دار الحديث، القاهرة
۵	حضرت شیخ کے حیرت انگیز واقعات	حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری	ادارہ معارفِ شیخ، سہارنپور
۶	ملفوظاتِ حکیم الاُمّت	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۷	ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ	حضرت مولانا محمد منظور نعمانی	مدنی کتب خانہ، کراچی

حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم ملفوظ

جنہوں نے علماءِ کرام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا، تجربہ شاہد ہے کہ ان کی ذرّیّت دین سے اور اس کی برکات سے محروم ہوگئی، لہٰذا آپ حضرات سے میری ایک درخواست ہے کہ ان علماءِ کرام کو محبت کی نگاہ سے دیکھیں اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو کم از کم حقارت سے تو نہ دیکھیں، اس بات کی طرف خصوصی توجّہ دینے کی ضرورت ہے۔

ارشاداتِ خطیب الاُمّت، ص: ۱۰۵